Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 01, January - March 2026, **PP**: 46-56
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

"سیرت الحبیب ﷺ" کا انتقادی مطالعہ

Critical Study of "Seerat al-Ḥabībﷺ"

1. Prof. Dr. Humayun Abbas
drhumayunabbas@gcuf.edu.pk

Dean,
Faculty of Islamic & Oriental Learning,
Government College University, Faisalabad.

How to Cite:	Dr. Humayun Abbas. 2026: "Critical Study of "Seerat al-Ḥabībﷺ". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (01): 46-56.
Article History:	**Received**: 09-02-2026 / **Accepted**: 05-03-2026 / **Published**: 13-03-2026
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

"سیرت الحبیب ﷺ" کا انتقادی مطالعہ

Critical Study of "Seerat al-Ḥabīb ﷺ"

Prof. Dr. Humayun Abbas
Dean,
Faculty of Islamic & Oriental Learning,
Government College University, Faisalabad.
drhumayunabbas@gcuf.edu.pk

Abstract

The study of the Seerah is, in reality, a means of connecting with that fountain of guidance from which the intellectual and spiritual life of the Muslim Ummah has continually drawn nourishment. It is a radiant mirror in which the realities of faith, the subtleties of moral character, and the wisdom of the Shariah appear in their most perfect beauty. For this reason, scholars and people of insight in every age have made Seerah the focus of their thought and research, so that the lights of the Prophetic example may remain ever fresh despite the passage of time, and humanity may continue to find in it the same illumination that first shone forth in the age of Prophethood. This work is also a graceful manifestation of this noble tradition, wherein the author has presented the account of the Prophetic Seerah through a harmonious blend of comprehensiveness, scholarly investigation, and brevity. Its comprehensiveness is such that the various aspects of the blessed life of the Prophet appear in a coherent and pleasing arrangement, enabling the reader to attain a multi-dimensional understanding of Prophetic life. Alongside this, a spirit of careful research and critical reflection is evident throughout, reflecting the author's scholarly insight and intellectual caution. Despite the abundance of material, however, the author has preserved an admirable brevity and elegance of expression, ensuring that the narrative remains neither unduly prolonged nor burdensome for the reader, while the breadth of meaning is conveyed with refined clarity. Moreover, the work carries a dignified theological tone through which the events of the Prophet's life are also illuminated from intellectual and doctrinal perspectives, allowing the truths of faith to take deeper root in the mind and helping to dispel doubts that may arise. In this way, the work emerges not only as a source of knowledge and research, but also as a meaningful endeavor towards the constructive transformation of human life.

Keywords: *Seerat al-Ḥabīb, Book Review, 'Ulūm-al-Seerah, Prophetic life, Faith, Shariah.*

سیرت نگار ہونا ایک اعزاز ہے، اپنی علمی و فکری صلاحیتوں کو ذاتِ رسالت مآب ﷺ پر مرتکز کر کے اس وجودِ اطہر سے حاصل ہونے والے فیضان کو "سیرت" کہتے ہیں۔ اس فیضان کو پھر بعض لوگوں نے تاریخی اور بعض نے عرفانی اسلوب میں بیان کیا، اس طرح سیرت نگاری کے متعدد رجحانات سامنے آئے۔ کوئی جتنا بہرہ ور ہوا، اتنا ہی بیان کر دیا۔ یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ بقول پیر محمد طاہر حسین قادری زید مجدہ:

آتا ہے رشک بارہا طاہرؔ نصیب پر
میرے نصیب میں ہوئی مدحت حضور کی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک نے اس حوالہ سے اپنی اپنی کیفیات بیان کی ہیں۔ سیرت النبی ﷺ دراصل ایک علمی اصطلاح ہے۔ اس کا اطلاق "و ادمُ بین الروحِ و الجسد"[1] سے لے کر "اِرْفَعْ مُحَمَّد! وَ قُلْ يُسْمَعْ، وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَسَلْ تُعْطَهْ"[2] (اے محمد (ﷺ)! اپنا سر اقدس اٹھائیں، بات کریں سنی جائے گی، سوال کیجئے عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی۔) تک کی جمال آفرینیوں کی کیفیات و احوال کا بیان ہے۔

اہلِ علم و دانش نے اپنی روایات کے مطابق اور اہلِ تصوف نے اپنے مشاہدات کی بدولت سیرت نگاری کا فریضہ سرانجام دیا۔ مگر بیان اپنی استعداد کے مطابق ہی ہو سکا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بلند نظر، عالی فکر محدث نے "مدارج النبوۃ" تحریر کی تو دوسری جلد کے اختتام پر "صاحبانِ بصیرت" کے افکار، مکاشفات، مشاہدات کا تذکرہ کیا ہے گویا سیرت نگار کے پاس صرف معلومات کا صحیح اور وافر ذخیرہ سے استنباط و استدلال کا ملکہ ہی نہیں ہونا چاہیے بلکہ قلب کا قبلہ بھی درست ہونا ضروری ہے۔ اگر تاریخی معلومات کے نتائج کجی کا شکار ہونے لگیں تو من کی دنیا اسے درست سمت ڈال دے۔ ابن عربی سے لے کر آج تک اہل صفا نے سیرت کے اس پہلو کو اجاگر کیا۔

حضرت مجدد الفِ ثانی کے مکاتیب میں ایسی کئی ابحاث موجود ہیں۔ علامہ نبہانی کی "جواهر البحار" سے "الحقيقة المحمدية عند اقطاب السادة الصوفيّه" کے نام دکتور عاصم ابراہیم الکیالی نے مواد جمع کیا اور محمد ظاہر حسین الھویدی کی کتاب "ام لم يعرفوا رسولهم" میں بھی اسی اسلوب کو دیکھا جا سکتا ہے۔ سائیں غلام محمد قادری جلو آنوی کی کتاب "تحقيق العارفين فی حقيقة سيد المرسلين" اور مفتی محمد نصر اللہ خان کی کتاب "عید میلاد النبی ﷺ کا بنیادی مقدمہ" کا تعلق بھی اسی اسلوب کی کتب سے ہے۔ سیرت اور تصوف کا باہمی تعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "جذب القلوب الى ديار المحبوب" کے ان جملوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ وہ فضائلِ صلاۃ و سلام نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اہل سلوک کو اس دروازے سے آنے میں فتوحاتِ عظیمہ حاصل ہوتے ہیں اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ شیخ کامل نہ ملنے کی صورت میں تربیت مکمل کرے، حضور ﷺ پر درود شریف کا التزام کر لینا ہی طالب کے لیے موجب موصل ہے۔"[3]

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ سیرت نگار کا مقصد کیا ہے؟ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ (م:198ھ) کا یہ قول دفتروں پر بھاری ہے:

> اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ هُوَ الْمِيْزَانُ الْاَكْبَرُ، فَعَلَيْهِ تُعْرَضُ الْاَشْيَاءُ، وَ عَلٰى خُلُقِهٖ وَ سِيْرَتِهٖ، فَمَا وَافَقَهَا فَهُوَ الْحَقُّ، وَمَا خَالَفَهَا فَهُوَ الْبَاطِلُ۔[4]
>
> ذات رسالت مآب ﷺ "میزان اکبر" ہے۔ ہر چیز اس میزان اخلاق و سیرت پر پیش کی جائے گی، جو اس کے مطابق ہوگی وہ حق ہے اور جو اس کے مخالف ہوگی وہ باطل ہے۔

"میزان اکبر" سے آگاہی کے لئے سیرت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ "میزان اکبر" سے وارفتگی اور دل بستگی والی محبت کے لئے سیرت تحریر کی جاتی ہے جس سیرت کی کتاب کو پڑھ کر ذات رسالت مآب ﷺ سے قلبی محبت پیدا نہ ہو وہ کتاب مقصدیت سے دور ہے۔ مطالعہ سیرت النبی ﷺ کی ضرورت و اہمیت کے حوالے سے ابن حزم کا کہنا ہے:

"ان سیرۃ محمد ﷺ لمن تدبر ھا تقتضی تصدیقه ضرورة، وتشھد له بانه رسول الله ﷺ حقا، فلو لم تکن له معجزة غیر سیرته ﷺ لکفی۔"[5]

حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ مبارکہ پر جو شخص غور و تدبر کرے وہ لازماً آپ کی تصدیق پر پہنچ جاتا ہے اور یہ سیرت خود اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ آپ برحق رسولِ خدا ہیں پس اگر آپ کے پاس سیرت کے سوا کوئی اور معجزہ بھی نہ ہوتا تو یہی سیرت (بطورِ معجزہ) کافی تھی۔

مطالعہ سیرت النبی ﷺ کے بارہ میں ابن جوزی (598ھ) یہ قول بھی نہایت اہم ہے:

اصل الاصول العلم، و انفع العلوم النظر فی سیر الرسول ﷺ و اصحابه۔[6]

اصل الاصول علم ہے اور انفع العلوم رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت میں غور و خوض کرنا ہے۔

"سیرۃ الحبیب ﷺ" ایک ایسے "پیر" کے قلم کا شاہ کار ہے جو علم دوست اور علم پرور ہے۔ "حقیقی پیر" ہوتے ہی ایسے ہیں۔ یہ کتاب اس امر کی شاہد ہے کہ شیخ ہمیشہ صاحبان علم و قلم ہوتے ہیں، وہ ہمیشہ اپنے پاس آنے والی مخلوق کو رسول اللہ ﷺ کے قدموں سے جوڑتے ہیں۔ "پیر" کی دعوت اپنی ذات کی طرف نہیں ہوتی رسول اللہ ﷺ کی طرف ہوتی ہے۔

کتاب کے مؤلف نے اپنی کوشش کی حد تک معلومات، تحقیقات پر مبنی نقل کی ہیں۔ تاریخ ولادت کے حوالے سے محمود پاشا فلکی کے نام پر 9 ربیع الاول بیان کرنے کا رجحان علامہ شبلی اور مقلّدان شبلی میں پایا گیا لیکن پیر محمد طاہر حسین قادری نے امام ابن جریر طبری، ابن خلدون، ابن ہشام، ابن جوزی، ابن سید الناس اور علامہ ابن کثیر کے علاوہ ابن اسحاق، ابن سعد، نواب صدیق حسن بھوپالی کے اسماء ذکر کر کے لکھا کہ: "کسی ماہر فلکیات کے قول اور تحقیق کی کوئی اہمیت نہیں۔"[7]

ایسے امور میں محقق کا کام موجود اقوال میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا ہوتا ہے نہ کہ کسی نئے قول کی تخلیق۔ اگر فلکیات پر اعتبار کرنا ہے تو امام احمد رضا کی تحقیق کے مطابق 8 ربیع الاول ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ جمہور کا عمل 12 ربیع الاول پر ہے۔

اسی طرح "سیرۃ الحبیب ﷺ" کے مؤلف نے تاریخ وصال پر علامہ سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے 2 ربیع الاول کو ترجیح دی[8] اور اس کے لیے عقلی دلائل کی تفصیل بیان کی ہے۔ علامہ سعیدی اس تحقیق کو تبیان القران میں بھی تفصیل[9] سے لکھ چکے ہیں۔ دراصل یہ امام سہیلی کے نقطہ نظر کی عمدہ شرح ہے۔ علامہ سعیدی نے اس بات کی صراحت کی کہ یہ نکتہ سب سے پہلے علامہ سہیلی نے اٹھایا۔

دوسری اہم بات اس کتاب کے حوالہ سے یہ ہے کہ عصر حاضر میں خانقاہیں "اعتقادی انتشار" کا شکار ہیں۔ قبلہ پیر صاحب نے اعتقاداتِ اہلِ سنت پر بڑا متوازن اسلوب اپنایا۔ علم عقائد پر ان کی علیحدہ تصانیف موجود ہیں۔ آج کل اعتقاد کو ہی خراب کیا جارہا ہے۔ اس حوالہ سے شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں:

اول اعتقاد خود را ظاہراً و باطناً باعتقاد اہل سنت و جماعت راست سازند و راسخ گردانند بعد از رسوخ این عقیدہ از ہرچہ ایشان گفتہ اند و نوشتہ اند نیز محروم نمانند و کتب ایشان را کہ در حقایق و اسرار نوشتہ اند نیز مطالعہ بکنند۔۔۔۔۔ خلل در عقیدہ خود نیندازند۔[10]

کہ پہلے اہل سنت و جماعت کے مطابق اپنا عقیدہ درست اور مضبوط کرلیں اور اس عقیدہ میں رسوخ کے بعد جو کچھ (ان علماء اہلِ سنت نے) فرمایا اور لکھا ہے، سے بھی محروم نہ رہیں اور ان کی کتب کا مطالعہ کا بھی مطالعہ

کریں جو کہ حقائق و اسرار میں متعلق لکھی ہیں۔ اور جو مشکل ہو اسے چھوڑ دیں اور اپنے اندر کوئی خلجان نہ آنے دیں۔ یہ نہیں کہ اعتقاد کی درستی کی ابتدا انہیں کتب سے کریں اور ہر کسی سے جو کچھ بھی سنیں، قبول کریں۔ فرماتے کہ جو بھی گفتگو اس میں اگرچہ باطل ہو فوری انکار و تعصب سے پیش نہ آئیں۔ پہلے خود سنیں کہ وہ کیا کہتا ہے اور خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ قائل کا مقصود کیا ہے اس کے بعد اگر کر سکیں تو اس کو حق کے موافق کر دیں ورنہ ردّ کر دیں اور اگر یہ نہ کر سکیں تو اس سے گذر جائیں اور اپنے عقیدہ میں خلل نہ ڈالیں۔

ایک اور کتاب کے بارہ میں فرمایا:

اما دروی زہرہاست آن را شکر اندود کردہ اند اگر از آنہا پرہیز تواننند کرد مبارک است و الا احتمال ضرر غالب است۔[11]

اس میں زہر کو شکر میں لپیٹ کر پیش کیا ہے۔ اگر اس کتاب کے مطالعہ سے پرہیز کیا جائے تو مبارک ہے ورنہ اس سے ضرر کا احتمال غالب ہے۔

حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

مطالعہ این کتاب بی ضررہای خفیہ بلکہ جلیہ نیست۔[12]

اس لئے اس کتاب کا مطالعہ پوشیدہ بلکہ واضح نقصان سے خالی نہیں۔

ان اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مطالعہ کتب کا مقصد عقیدہ کی درستی ہے نہ کہ خرابی۔ پیر صاحب کی یہ کتاب عقیدہ کی درستی کے حوالہ سے بھی اس دور میں منارۂ نور ہے۔ ایمان ابو طالب[13]، لفظ مولا کا استعمال[14]، واقعۂ قرطاس[15]، مسئلہ فدک[16]، خلافت[17] جیسے مسائل پر نہ صرف علمی اسلوب سے، مختصر اور جامع شذرات تحریر کئے بلکہ الفاظ کی حرمت کو بھی پامال نہ ہونے دیا۔

ایمانِ ابو طالب کے مسئلہ کا آغاز ان الفاظ میں کیا:

"عہدِ حاضر کے فتنوں میں ایک عظیم فتنہ مساجد و محافل میں "ایمانِ ابو طالب" کو موضوعِ گفتگو بنانا ہے یہ مسئلہ نہ بہت ضروری ہے اور نہ اس پر لب کشائی کرنا کبھی پسندیدہ رہا ہے۔"[18]

اور اختتامی کلمات یہ ہیں:

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: "حضرت ابو طالب کے ایمان کا مسئلہ اختلافی ہے لیکن جو لوگ ان کے ایمان کے قائل نہیں انہیں بھی ان کے بارے میں نازیبا اور فضول بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کو اذیت پہنچتی ہے، اور کوئی بعید نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا دل بھی رنجیدہ ہو۔ کسی عقل مند شخص سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ ایسے مقامات پر احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ (تفسیر روح المعانی، سورۃ قصص، آیت:56)"[19]

باغ فدک کی بحث کا خاتمہ ان الفاظ میں کیا:

"باغ فدک کے معاملہ پر جو لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں اور حضرات شیخین پر معترض ہوتے ہیں انہیں یہ سن کر پشیمانی ہو گی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں اسے سابقہ حیثیت پر بر قرار رکھا، اگر وہ اپنا حق سمجھتے تو اس وقت انہیں کون روکنے والا تھا؟"[20]

بعض لوگ ایک حدیث جو حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں آئی کہ آپ نے فرمایا کہ میری اور تمہاری نسبت موسیٰ اور ہارون کی طرح ہے، سے خلافت سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر استدلال کرتے ہیں ان کے استدلال کی کمزوریوں کو عمدہ اسلوب سے واضح کیا ہے کہ مقصد بھی پورا ہو گیا مگر مناظرانہ اسلوب کی بجائے مکالمہ کے انداز میں۔[21]

علم غیب کے مسئلہ پر علامہ زینی دحلان کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ:

حضور ﷺ نے اس لیے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ حضرت عثمان کا ہاتھ ہے کیونکہ حضور ﷺ کو علم تھا کہ حضرت عثمان زندہ ہیں۔[22]

ایمانِ والدینِ مصطفی ﷺ پر تقریباً دو صفحات کی بحث بھی لائق مطالعہ ہے۔[23] کتاب مختصر ہے، مگر معجزات کے ذکر کے بغیر مکمل نہ کیا جا سکتا تھا اس لیے کہ محبت مصطفی ﷺ کو دلوں میں ابھارنے کا مؤثر ترین ذریعہ معجزات کا ذکر ہے۔ آپ کی انگشت ہائے مبارک سے پانی کا چشمہ جاری ہونا معروف معجزہ ہے۔ اس کا ذکر کر کے پیر صاحب لکھتے ہیں:

"یعنی تیس ہزار آدمی، بارہ ہزار گھوڑے، بارہ ہزار اونٹ اس کے علاوہ لشکر نے مشکوں میں اپنے لیے پانی کا ذخیرہ بھی محفوظ کر لیا، یہ عظیم الشان معجزہ واپسی کے اس سفر کی یادگار کے طور پر ہمیشہ بیان کیا جاتا رہا، مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نے اپنی ایک نعت میں اسی معجزہ کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنج آبِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ"[24]

یہ اسلوب جذبہ محبت کو ابھارنے کے لیے بہت کارگر ہے۔ اسی طرح غزوہ خندق کے معجزات کو بیان کیا۔[25] صحابہ و اہل بیت کو بعض لوگ دو متحارب گروہوں کی شکل میں پیش کر کے افتراق کو ہوا دیتے ہیں خانقاہ سے وابستہ لوگوں نے ہمیشہ محبت بانٹی۔ اس کتاب میں بھی دونوں نسبتوں کے کامل احترام کے نمونے نظر آتے ہیں۔ غار ثور کے واقعہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی عظمت کے پہلو کا ذکر ہے[26] تو اولاد کے تذکرے میں سیدۃ النساء اور شہزادگان رضی اللہ عنہم کی مداح سرائی کا خوبصورت اسلوب نظر آتا ہے۔[27]

"نگاہ مصطفی ﷺ میں حسنین کریمین" کے خوبصورت عنوان کے تحت ان کی رفعتوں اور عظمتوں کو احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ انتساب بھی ملاحظہ فرمائیں:

"سیدۃ نساء اھل الجنۃ، بضعۃ الرسول ﷺ مخدومۂ کائنات سلام اللہ علیہا کے حضور عجز و نیاز

خاک کے ذرے کی نسبت ہے ہمیشہ خاک سے
اور وہ ہیں نور پیکر، سید لولاک سے
حوصلہ مجھ میں نہیں ہے، کس زباں سے نام لوں
آنکھ جھک جاتی ہے طاہر ان کے ذکر پاک سے"

بعض سیرت نگار، وقائع سیرت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شماریاتی، جغرافیائی اور فلسفی مباحث اس کثرت سے بیان

ہوتے ہیں کہ محبت رسول ﷺ کے جذبہ کو پروان چڑھانے والا داعیہ دب جاتا ہے۔ اس کتاب کی یہ خوبی ہے کہ مصنف نے اس جذبہ کی ترویج کی شعوری کوشش کی ہے، پیر صاحب کی رائے تو یہ ہے کہ:

محمد کے جلووں میں کھو جاؤں ایسا
دکھائی نہ دے کچھ سوائے محمد (ﷺ)

اس اقتباس کو ملاحظہ فرمائیں:

"اس آخری زیارت کی روایات میں عاشقان چہرۂ محبوب خدا ﷺ کے لیے بڑے لطیف اشارے موجود ہیں، اصحاب رسول کی تو یہ شان تھی کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تو دنیا جہان سے اُن کا تعلق منقطع ہو جاتا۔ حضور قلب کا یہ حال تھا کہ معمولی توجہ ہٹنے کو بھی وہ خشوع و خضوع کے منافی سمجھتے تھے، حضرت مولا علی کے جسم اطہر میں تیر کا پیوست ہونا اور دورانِ نماز اس کا نکالنا جس کا آپ کو احساس تک نہ ہوا، بڑا مشہور واقعہ ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام کی زیارت سے اُن کی نماز میں کبھی فرق نہیں پڑتا تھا۔ متعدد احادیث اس منظر پر شاہد ہیں، اصحاب رسول نے حضور کو حجرہ کا پردہ ہٹاتے بھی دیکھا اور پھر پردہ نیچے گراتے بھی دیکھا، تمام راویوں نے حضور کی زیارت فیض بشارت کا منظر پھر آگے بیان کیا حالانکہ وہ اس وقت نماز میں مشغول تھے۔ حتی کہ مصلی امامت پر موجود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب پیچھے ہٹنے لگے تو حضور کا اشارہ دیکھ کر ہی دوبارہ مصلی پر کھڑے ہوئے مگر ان کی نماز میں بھی کوئی فرق نہ آیا۔ اب یہاں اُن لوگوں کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے جو بر ملا کہتے ہیں، حضور کا خیال آنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ حالانکہ وہ اپنی ہر نماز میں "السَّلامُ عَلَيكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحمةُ اللهِ وبركاته" کہتے ہیں تو کیا ان کا خیال حضور کی طرف نہیں جاتا؟ علامہ اقبال نے حضرت بلال حبشی کی شان میں جو اشعار لکھے ہیں اُن میں سے صرف دو یہاں اہل ذوق کے لیے نقل کرتا ہوں:

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
نماز تیرے لیے دید کا بہانہ بنی" [28]

اسی طرح یہ اقتباس جس میں وقت وصال کا ذکر ہے، لائق مطالعہ ہے:

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وقت وصال میں نے حضور کو تھام رکھا تھا آپ کا سر انور میری گردن اور سینہ کے درمیان تھا میں نے اس وقت ایسی خوشبو سونگھی جس سے بہتر خوشبو پہلے کبھی نہ سونگھی تھی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اس روز آپ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا تو بعد میں کئی ہفتوں تک میرے ہاتھ سے خوشبو آتی رہی، کئی ہفتے نہ مجھے بھوک لگی، نہ کھانا کھایا اور نہ ہی وضو کی ضرورت محسوس ہوئی۔" [29]

نبی رحمت ﷺ کے حلیہ مبارک کا تذکرہ بھی اسی مقصد کے تحت سیرت نگاروں نے کیا ہے بیان حلیہ پر اہل محبت کا

اسلوب وجد آفرین ہوتا ہے اس مقام پر مؤلف پیر محمد طاہر حسین قادری کا قلم عاجز آگیا۔ بے بسی کا غلبہ ہوا تو اپنے والد گرامی کی تحریر سے مدد لیتے ہوئے لکھا:

"میرے حضرت والد قدس سرہ الماجد نے حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے ظاہری حسن و جمال کا ایک خوبصورت اور نفیس خلاصہ حلیۃ الرسول کے نام سے تحریر فرمایا، وہی من وعن نقل کر تاہوں۔"[30]

زیارت روضۂ رسول کے عنوان کو بھی اس حوالے سے پڑھنا چاہیے۔[31] مستشرقین کی غلط فہمیوں کے ازالہ کی بھی خالص عقلی اور فکری بنیادوں پر کوشش کی ہے۔[32]

پیر محمد طاہر حسین قادری کو قدرت نے ادبی ذوق بھی عطا فرمایا۔ کتاب میں موجود ان کی فہرست کتب سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے بلکہ کتاب میں جابجا عربی، اردو اور فارسی اشعار کا نقل کرنا بھی اس ادبی ذوق کا ثبوت ہے۔ چند اردو اشعار ملاحظہ فرمائیں:

اے مرگ ناگہاں تیرا شکوہ کریں تو کیا
جائیں کہاں کہ در کا درماں چلا گیا[33]
اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشم و جہاں میں ہو اعتبار
بولے حضور چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روزگار
پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے، خدا کا رسول بس[34]

کتاب کی سلاست و روانی، الفاظ کا عام فہم ہونا، اختصار بھی اس کی ادبیت کی علامت ہیں۔ اگر اس کتاب کو اس کے مصادر و مراجع کی روشنی میں دیکھا جائے تو بنیادی مصادر سے لے کر معاصرین تک سے استفادہ کیا گیا ہے اپنے والد اور چچا کے علمی فیضان سے بھی استفادہ کیا ہے۔ کتاب کا نام بھی سیرت کے بنیادی ماٰخذ سے لیا گیا ہے۔ کتاب کا نام سنن ترمذی کی ایک روایت سے لیا گیا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلَا وَ اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ[35]

اور یہ بھی حقیقت کہ میں اللہ کا حبیب ہوں اور میں یہ از روئے فخر نہیں کہتا۔

طباعت کے نقطۂ نظر سے بھی یہ کتاب مثالی ہے۔ کاغذ، جلد بندی، معیار پرنٹنگ دیدہ زیب ہیں۔ انسانی کام میں بہتری کی گنجائش ہر لمحہ رہتی ہے۔ لکھنے والا کسی نقطۂ نظر سے لکھتا اور قاری اس کو ایک دوسرے زاویہ نگاہ سے بھی دیکھتا ہے۔ ان فکری زاویوں

سے علمی کاموں میں بہتری آتی ہے اور کام کی اہمیت وافادیت بڑھتی ہے، علاوہ ازیں علامہ صلاح الدین المنجد رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب معجم ما أُلِّف عن رسولِ الله ﷺ کے مقدمے میں فرماتے ہیں:

ولقد سلخت في صنع هذا المعجم ثلاث سنوات، وبيضته مرات، وأعدت ترتيبه مرات. كنت أبغي دائماً الاتقان الذي يليق بكتاب يؤلّف عن رسول الله. وكنتُ أحاول الإحاطة والشمول، وأتمنى أن لا يفوتني اسم كتاب. ولكني رأيت أن ذلك الكمال لا يُدرك، ولو قضيتُ ما تبقى من عمري في ذلك لما انتهيت. فما ألف عن رسول الله، لا يُحدّ.

میں نے اس معجم کی تصنیف میں پورے تین سال صرف کیئے بارہا اسے لکھا، بارہا اس کی نظر ثانی کی، اور کئی مرتبہ اس کی ترتیبِ نو کی۔ میرا مقصد ہمیشہ یہ رہا کہ رسولِ اللہ ﷺ پر لکھی جانے والی کتاب کے شایانِ شان پختگی وایقان پیدا ہو، میں حتی المقدور جامعیت اور احاطے کی کوشش کرتا رہا میری خواہش تھی کہ اس کتاب کا نام کبھی ختم نہ ہو، لیکن میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ایسا کمال انسان کی دسترس میں نہیں۔ اگر میں اپنی باقی ماندہ عمر بھی اسی کام میں لگادیتا، تب بھی یہ مکمل نہ ہو پاتی کیونکہ رسولِ اللہ ﷺ پر لکھی جانے والی تصانیف کا کوئی احاطہ ممکن نہیں۔

اس لئے چند گذارشات پیش خدمت ہیں:

"سیرت کے باب میں "لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا"[36] کے الفاظ" لفظوں اور جملوں تک میں احتیاط کا سبق سکھاتے ہیں۔ محدثین نے جن روایات پر موضوع کا حکم لگایا ان سے اجتناب بہتر ہے۔ طریقۃ المصطفی کریم ﷺ کے عنوان کے تحت یہ روایت نقل کی ہے:

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ سُنَّتِهِ ، فَقَالَ: الْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي، وَالْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي، وَالْحُبُّ أَسَاسِي، وَالشَّوْقُ مَرْكَبِي، وَذِكْرُ اللَّهِ أَنِيسِي، وَالثِّقَةُ كَنْزِي، وَالْحُزْنُ رَفِيقِي، وَالْعِلْمُ سِلَاحِي، وَالصَّبْرُ رِدَائِي، وَالرِّضَا غَنِيمَتِي، وَالْعَجْزُ فَخْرِي، وَالزُّهْدُ حِرْفَتِي، وَالْيَقِينُ قُوَّتِي، وَالصِّدْقُ شَفِيعِي، وَالطَّاعَةُ حَسْبِي، وَالْجِهَادُ خُلُقِي، وَقُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ.[37]

میرا اصل سرمایہ تو معرفت ہے، میرے دین کی جڑ عقل ہے، میری بنیاد محبت ہے، میری سواری شوق ہے، میرا انیس ذکرِ الٰہی ہے، میرا خزانہ اعتماد بر اللہ ہے، میرا ساتھی غمِ دل ہے، میرا ہتھیار علم ہے، میرا لباس صبر ہے، میرا مالِ یغما رضائے سبحانی ہے، میرا فخر عجز بدرگاہِ ربانی ہے، میرا پیشہ زہد ہے، میری خوراک یقین ہے، میرا شفیق صدق ہے، میرا اندوختہ طاعتِ الٰہی ہے، میرا خلق جہاد ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔

یہ روایت اگر نہ نقل کی جاتی تو بہتر تھا۔ حافظ ابن حجر، امام شمس الدین قرطبی[38]، زین الدین عراقی[39]، محمد طاہر ہندی پٹنی[40]، علامہ شوکانی[41]، علامہ سیوطی[42] اور علامہ طرابلسی حنفی[43] جیسے اہل علم نے اس کے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

دلاور خان صاحب نے ابواب بندی کی کمی محسوس ہونے کا ذکر بھی کیا[44] اسی طرح اس تجویز میں یہ اضافہ بھی کر لیا جائے کہ براہ راست صرف بنیادی مصادر سے ہی اخذ واستفادہ کیا جائے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ مثلاً: طبقات ابن سعد کا حوالہ دیا تو اسی کے لئے پھر مدارج النبوۃ کا حوالہ دینے کی ضرورت نہ تھی (حوالہ نمبر: 195)، الاصابۃ کا حوالہ دے کر سبل الھدی اور سیرت النبی ﷺ کے حوالہ کی ضرورت نہ تھی (حوالہ نمبر: 251)، ابن کثیر کی السیرۃ النبویۃ کے بعد جلوہ جاناں کا حوالہ اضافی محسوس ہوتا ہے (حوالہ نمبر: 150)، مجمع الزوائد کے بعد سیرت النبی بھی مناسب نہیں (حوالہ نمبر: 199)۔

حوالہ جات درج کرنے کا اسلوب بھی ایک جیسا نہیں، احادیث کا کہیں رقم الحدیث ہے اور کہیں بغیر رقم الحدیث کے حوالہ ہے (حوالہ نمبر: 198، 164، 162)۔ بعض حوالہ جات میں صفحہ نمبر رہ گیا ہے (حوالہ نمبر: 166، 172، 205، 235، 245)۔ اس حوالہ سے تجویز یہ ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں تخریج مکمل کی جائے اور ہو سکے تو حوالہ جات پاورقی اسلوب کے تحت درج کئے جائیں۔ چونکہ یہ کتاب سیرت النبی ﷺ پر مختصر کتاب ہے اس لئے بعض اہم واقعات کا کاطر خواہ ذکر نہیں ہو سکا جیسے واقعۂ طائف، معراج اور ہجرتِ حبشہ۔

بہر صورت موجودہ خانقاہی نظام میں پیر محمد طاہر حسین قادری زید مجدہ کی سیرت النبی ﷺ پر یہ کاوش محبت رسول کو فروزاں کرنے میں اپنا کردار ادا کرے گی۔ صرف یہی نہیں اہل خانقاہ کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلانے میں بھی عمل انگیز کا کام کرے گی۔ آج اگر خانقاہی نظام اپنا حقیقی کردار ادا کرنا شروع کر دے تو اخلاقی اور فکری زوال سے نکلنے اور عدم برداشت کے رویوں سے چھٹکارا کی سبیل ہو سکتی ہے۔

پیر صاحب لائق مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اپنے حصہ کی شمع جلانے کا فریضہ پوری علمی متانت اور تحقیقی دیانت سے سرانجام دیا۔ کتاب کے آخر پر پیر صاحب کی 85 کتب کی فہرست دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مجاہد تن دہی سے اپنا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ حضرت شیخ عبد الوہاب کا ایک خواب شیخ عبد الحق نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے جنت میں شیخ علی متقی کا محل دیکھا اور ان سے ملاقات کی، وہ جہاں بیٹھے تھے وہاں نہریں جاری تھیں ایک نہر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ "جامع کبیر" ہے، پھر دوسری نہر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ "جامع صغیر" ہے، پھر ایک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ میری فلاں کتاب ہے۔[45] یہاں پیر صاحب 85 کتب کی فہرست ہے اور ابھی نہ جانے کتنی آئیں گی۔ عبد الوہاب متقی کے خواب کے مطابق یہ جنت کی نہریں ہیں اور نہ جانے قدرت نے قبلہ پیر محمد طاہر حسین قادری کے لئے کتنی تیار کی ہیں۔

References

1 al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā ibn Sawrah, *Sunan al-Tirmidhī*, (Riyadh: Dar Al Salam, 2014), Kitāb al-Manāqib, Bāb fī faḍl al-Nabī ﷺ, ḥadīth no. 3609.

2 al-Bukhārī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, (Riyadh: Dar Al Salam, 2015), Kitāb al-Tawḥīd, Bāb wujūh yawmaʾidhin nāḍirah…, ḥadīth no. 7440.

3 ʿAbd al-Ḥaqq al-Dihlawī, Muḥaddith, *Jadhb al-Qulūb ilā Diyār al-Maḥbūb* (Lahore: Shabīr Brothers, 1998), 269.

4 al-Khaṭīb al-Baghdādī, Aḥmad ibn ʿAlī, *al-Jāmiʿ li-Akhlāq al-Rāwī wa-Ādāb al-Sāmiʿ* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, n.d.), 1:79.

5 Ibn Ḥazm, ʿAlī ibn Aḥmad, *al-Fiṣal fī al-Milal wa-al-Ahwāʾ wa-al-Niḥal* (Beirut: Dār al-Jīl, n.d.), 2:73.

6 Ibn al-Jawzī, ʿAbd al-Raḥmān ibn ʿAlī, *Ṣayd al-Khāṭir* (Riyadh: Dār Ibn Khuzaymah, 1418 AH), 80.

7 Muḥammad Ṭāhir Hussain Qādrī, *Sīrat al-Ḥabīb* ﷺ (Jhang: Kitābkhānah Ibn Karam, 1st ed., 2023), 41–42.

8 Ibid, 176.

9 Saʿīdī, Ghulām Rasūl, *Tibyān al-Qurʾān* (Lahore: Farīd Book Stall, 2008), 7:577–579

10 ʿAbd al-Ḥaqq al-Dihlawī, *Akhbār al-Akhyār* (Lahore: Nūriyyah Riḍwiyyah Publishing Company, 2009), 271.

11 Ibid.
12 Mujaddid Alf Thānī, Shaykh Aḥmad Sirhindī, *Maktūbāt Imām Rabbānī* (Karachi: Madīnah Publishing Company, 1970), daftar 3, maktūb 101.
13 Muḥammad Ṭāhir Hussain Qādrī, *Sīrat al-Ḥabīb* ﷺ, 59.
14 Ibid., 162.
15 Ibid., 170.
16 Ibid., 214.
17 Ibid., 171.
18 Ibid., 57.
19 Ibid., 58.
20 Ibid., 214.
21 Ibid., 133.
22 Ibid., 103.
23 Ibid., 46–48.
24 Ibid., 136–137.
25 Ibid., 96.
26 Ibid., 65.
27 Ibid., 206.
28 Ibid., 173–174.
29 Ibid., 175.
30 Ibid., 192.
31 Ibid., 181.
32 Ibid., 216–217.
33 Ibid., 178.
34 Ibid., 129–130.
35 al-Tirmidhī, *Sunan al-Tirmidhī*, Kitāb al-Manāqib, Bāb mā jāʾa fī mīlād al-Nabī ﷺ, ḥadīth no. 3616.
36 Al-Qurʾān 2:104.
37 ʿIyāḍ ibn Mūsā al-Mālikī, *al-Shifāʾ bi-Taʿrīf Ḥuqūq al-Muṣṭafā* (Beirut: Dār al-Fikr, 1423 AH), 1:202;
Muḥammad Ṭāhir Hussain Qādrī, *Sīrat al-Ḥabīb* ﷺ, 163–164.
38 al-Qurṭubī, Aḥmad ibn ʿUmar al-Anṣārī, *al-Iʿlām bimā fī Dīn al-Naṣārā min al-Fasād wa-al-Awhām wa-Iẓhār Maḥāsin al-Islām* (Beirut: al-Dār al-Mālikiyyah, 2020).
39 al-ʿIrāqī, Zayn al-Dīn, *al-Mughnī ʿan Ḥaml al-Asfār fī Takhrīj mā fī al-Iḥyāʾ min al-Akhbār* (Riyadh: Maktabah Dār Ṭabariyyah, n.d.).
40 Paṭnī, Muḥammad Ṭāhir ibn ʿAlī, *Tadhkirat al-Mawḍūʿāt* (Egypt: Idārat al-Ṭibāʿah al-Munīriyyah, 1343 AH), 87.
41 al-Shawkānī, Muḥammad ibn ʿAlī, *al-Fawāʾid al-Majmūʿah fī al-Aḥādīth al-Mawḍūʿah* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1416 AH), 327–328.
42 al-Suyūṭī, Jalāl al-Dīn, *Manāhil al-Ṣafā fī Takhrīj Aḥādīth al-Shifāʾ* (Beirut: Dār al-Jinān, 1408 AH), no. 322, 85.
43 al-Ṭarābulusī, Muḥammad ibn Khalīl, *al-Luʾluʾ al-Marṣūʿ fīmā lā aṣl lah aw bi-aṣlih mawḍūʿ* (Beirut: Dār al-Bashāʾir al-Islāmiyyah, 1415 AH), 170.
44 Muḥammad Ṭāhir Hussain Qādrī, *Sīrat al-Ḥabīb* ﷺ, 22.
45 ʿAbd al-Ḥaqq al-Dihlawī, *Akhbār al-Akhyār*, 275.